ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2, 2024

Impact of Iraj Mirza's Philosophy of "Strength and Survival" on Allama Muhammad Iqbal's Poetry: A comparative Study

Dr. Muhammad Safeer
Assistant Professor
Department of Persian Studies
National University of Modern Languages, Islamabad
Email: msafeer@numl.edu.pk
Dr. Aamir Zaheer
Assistant Professor
Department of French
National University of Modern Languages, Islamabad
Email: azheer@numl.edu.pk

Abstract

This study aims to explore the impact of Iraj Mirza's philosophy of strength and survival on Allama Muhammad Iqbal's poetry through a comparative analysis. The early 20th century witnessed significant social and political transformations in both Iran and the Indian subcontinent, prompting poets and writers like Iraj Mirza and Iqbal to shift their focus towards societal issues. Both poets, influenced by global events such as the French Revolution and anti-colonial movements, emphasized the themes of strength and survival in their works, albeit from distinct perspectives. Iraj Mirza, a key figure in the Iranian Constitutional Movement, used his poetry to critique societal norms and encourage individuals to resist social pressures through inner strength. On the other hand, Iqbal's philosophy of strength was rooted in the concepts of khudi (selfhood), faith, and the collective revival of the Muslim ummah. For Iqbal, survival depended on self-awareness and collective action to rebuild a new world, where only the strong can thrive in the face of modern challenges. This comparative analysis highlights how both poets, while addressing similar themes, reflect their distinct socio-political contexts, with Iraj focusing on social critique and Iqbal on spiritual and communal rejuvenation.

Keywords: Iraj Mirza, Allama Iqbal, Strength and Survival, Urdu-Persian Poetry

ایرج میرزا کے فلسفہ "طاقت اور بقا" کا علامہ محمد اقبال کی شاعری پر اثر: تقابلی مطالعہ

ڈاکٹر محمد سفیر
اسسٹنٹ پروفیسر
شعبہ فارسی، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد
ڈاکٹر عامر ظہیر
اسسٹنٹ پروفیسر
شعبہ فرانسیسی، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

بیسویں صدی کے اوائل میں کئی سماجی اور سیاسی تبدیلیاں رونما ہونے کی بدولت، ایران اور برصغیر کے شاعروں اور مصنفین کا شعری اور نثری موضوعات اور ترجیحات کے بارے میں تصور اور نقطہ نظر بھی بدل گیا۔ اسی وجہ سے ان تبدیلیوں کا ادبی تخلیقات میں بھی پچھلے دور کی نسبت مختلف انداز میں عکس نظر آنے لگا یعنی معاشرتی اور انسانی مسائل پر توجہ نے شاعری کا دائرہ وسیع کر دیا۔ معاصر شاعروں اور مصنفین نے براہ راست یا اشاروں کنایوں میں سماجی مسائل اور ان سے پیدا ہونے والی مشکلات کو موضوع سخن بنایا اور اپنی شاعری میں انسانی رویوں پر تنقید کی اور انسان کو عمدہ انسانی صفات اپنانے کی دعوت دینے کے ساتھ ساتھ شعری جمالیاتی ڈھانچے کو بھی قائم

رکھا۔انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں ایران و پاک وھند بھی تحریک آزادی کا مرکز بنے اور مغربی استعمار کے خلاف جدوجہد اور اسلامی اتحاد کی سوچ پیدا ہوئی ایرج میرزا اور اقبال اس تحریک کے علمبردار ہیں۔

فرانس کے ادبی انقلاب سے متاثر ہو کر ایرانی شعراء بالخصوص مشروطیت دور کے شعراء نے مروجہ موضوعات کو ترک کر کے سماجی مسائل کی نشان دہی اور حل پیش کیا اور ایرج میرزا کا شمار اس تحریک کے بنیادی اراکین میں ہوتا ہے۔ انقلابِ فرانس برجستہ دانشوروں: مونتیسکیو، روسو، دیدرو، اور والتیئر وغیرہ نے اپنی تحریروں کے ذریعے فرانس کے عوام میں بیداری پیدا کی۔ بالاخر انقلابِ فرانس کا آغاز 14 جولائی 1789ء کو پیش آنے والے واقعہ سے ہوا، جب پیرس کی عوام نے شاہی قید خانہ "باستی" پر حملہ کر کے سیاسی قیدیوں کو آزاد کروایا۔ چنانچہ یہی سبب ہے کہ اس دن کو فرانس کا قومی دن قرار دیا گیا ہے۔

انقلاب کے باعث فرانس میں بادشاہت کا خاتمہ ہوا۔ قومی اسمبلی کا قیام عمل میں لایا گیا اور انسانی حقوق کا چارٹر تیار کیا گیا۔ آزادی، مساوات اور بھائی چارے کو قومی موٹو قرار دیا گیا۔ انقلابِ فرانس کے دوران سامنے آنے والے ایک فرانسیسی گیت
la Marseillaise کو فرانس کا قومی ترانہ بنا دیا گیا۔

انقلابِ فرانس کے بعد فرانسیسی ادب میں متعدد تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ پرانے رسم و رواج کی جگہ سادگی کو فروغ حاصل ہوا۔ شاہی محلوں میں مستعمل القابات کی جگہ ایک دوسرے کو "شہری" کہہ کر پکارنا شروع کیا گیا۔ معاشرے کے مختلف سماجی طبقات کی آواز کو ادب کے ذریعے فروغ حاصل ہوا۔ اس کے ساتھ ساتھ پریس نے بھی اپنا کردار ادا کیا۔ اخبارات شائع ہونا شروع ہوئے جس میں ادب کو بھرپور نمائندگی ملی۔ یوں انقلاب نے فرانس کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی ڈھانچے کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔(1)

ایران میں بھی فرانسیسی انقلاب کی طرز پر ناصر الدین شاہ اور مظفر الدین شاہ کے دور حکومت میں انقلاب مشروطیت کی تحریک کا آغاز ہوا۔ اور مغربی ممالک میں آمدورفت شروع ہوئی۔ اس زمانے میں اخبار اور رسائل جاری ہوئے نئے طرز کے مدرسے ہر جگہ قائم کیے گئے۔ فرانسیسی اور انگریزی ادب کی کتابوں کے تراجم ہوئے۔ یورپ کی ترقی کو دیکھ کر لوگوں میں حیرت اور تعجب کی لہر دوڑ گئی۔ لوگ استبداد اور استعماری حکومت سے تنگ آ چکے تھے اور دوسرے ممالک کے انصاف اور قانون پر مبنی حکومتوں کے ساتھ اپنی حالت زار کا مقابلہ کرتے تھے۔ بالاخر 1906 میں مشروطیت کے نفاذ سے استعمار کا دور ختم ہوا۔ مشروطیت کا نفاذ ایران میں قاجار کی حکومت کے 151 سال بعد ہوا اس نے انفرادی اور آمرانہ سوچ پر مبنی حکومت اور مملکت کی حکمرانی کو قانون کے تابع کیا۔

"ایران کی آئین سازی نہ صرف ایک سیاسی انقلاب ہے بلکہ ایک ادبی انقلاب بھی ہے۔ اس دور کے ادب میں آئینی انقلاب کے نتیجے میں ایک بہت بڑا اور تیز رفتار انقلاب آیا جس نے لکھنے کا انداز بدل دیا۔ اس دور کے شعراء اور مصنفین کی تخلیقات میں سماجی اور معاشی شعور بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں اور مسائل سے نمٹنے جیسے نئے موضوعات اس دور کے ادب کا خاصہ ہیں۔ اس عہد کے ادب میں نئے موضوعات " آزادی پسندانہ خیالات، سماجی اور سیاسی نظریات، سیاسی حقوق کی مساوات کا خیال، پریس کی آزادی اور حب الوطنی شامل ہیں۔ حب الوطنی اور سماجی تنقیدی موضوعات ایراج اور ملک الشعراء بہار کی شاعری میں زیادہ نظر آتے ہیں۔ اس دور کے اخبارات اور شعراء جیسے ایرج مرزا، عارف قزوینی، ابوالقاسم لاہوتی اور فرخی یزدی نے مزدوروں کے مسائل پر نظمیں لکھیں، پسماندہ اور محنت کش طبقے کے مسائل بیان کیے۔"(2)

زندگی نامہ اور کارہائے نمایاں ایرج میرزا

ایراج میرزا اکتوبر 1874 تہران میں پیدا ہوئے۔ آپ پہلوی دور کے اواخر اور ابتدائی دور کے شاعر ہیں اور فارسی ادب میں جدیدیت کے علمبرداروں میں سے تھے.
ایراج کی شاعری میں تنقیدی، سماجی، جذباتی اور تعلیمی موضوعات پائے جاتے ہیں۔ ایراج کی شاعری سادہ اور روان ہے اور بعض اوقات اس میں روزمرہ بول چال کے الفاظ بھی شامل ہوتے ہیں۔ ان کی نظموں کا شمار ایسی نظموں میں ہوتا ہے جنہوں نے مشروطیت دور (1905-1911) کی شاعری کی بنیاد رکھی۔(3)

وہ صدر الشعراء شہزادہ غلام حسین میرزا قاجار کے بیٹے تھے۔ آپ نے تبریز کے دارالفنون اسکول میں تعلیم حاصل کی اور اسی اسکول میں عربی اور فرانسیسی زبانیں سیکھیں۔ جب امیر نظام گروسی نے تبریز میں مظفری اسکول قائم کیا تو ایرج مرزا کو اس اسکول کے نائب صدر کا عہدہ ملا۔ بعد از آں آپ نے "ماہنامہ ورقہ "کا انتظام سنبھال لیا۔ انیس سال کی عمر میں انھیں "ایرج بن صدر الشعراء" کا لقب ملا۔ لیکن جلد ہی انھوں نے درباری شاعری کو خیرباد کہہ دیا اور مختلف سرکاری ملازمتوں، بشمول وزارت ثقافت، محکمہ کسٹمز میں ملازم رہے اور عہد مشروطیت کے بعد انھوں نے دیگر مختلف سرکاری ملازمتوں میں خدمات انجام دیں جن میں وزارت داخلہ شامل ہے۔

ایرج فارسی، آذربائیجانی، ترکی، عربی اور فرانسیسی، روسی زبانوں پر عبور رکھتے تھے اور نستعلیق خطاطی بھی خوب لکھتے تھے۔ ایرج 1926 میں دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے اور ظہیر الدولہ کا مقبرہ ایراج کا ابدی گھر بن گیا۔(4)

ایراج کا تعلق قاجار شہزادوں کے اس گروہ سے تھا جن کا ملک پر حکومت کرنے میں کوئی مؤثر کردار نہیں تھا، لیکن اس کے باوجود انہوں نے اپنے حسب و نسب اور شرافت کو برقرار رکھا ہوا تھا۔ ایراج بھی اپنے والد صدر الشعراکی طرح کبھی کبھی غربت اور تنگدستی کا شکار ہوا اور اسی وجہ سے وہ غریبوں اور ناداروں کے لیے ہمدردی اور سماجی عدم مساوات کے خلاف احتجاج کے جذبے کے ساتھ زندگی بسر کی اور سماجی موضوعات کو موضوع سخن بنایا۔

ایرج میرزا محمد تقی بہار کی طرح مشروطیت دور کے ایک بلند پایہ شاعر تھے لیکن بہار کے برعکس، جو مشروطیت کو حب الوطنی کے زاویے سے دیکھتا تھا، وہ ایک شاعر کے نقطہ نظر سے اشرافیہ اور حکومتی عہدہ داروں پر تنقید کرتا اور عوام کی بڑی تعداد میں سیاسی شعور اور سماجی سمجھ کا فقدان سمجھتا تھا:

رعایا جملگی بیچارگان اند — کہ از فقر و فنا آوارگان اند

تمام از جنس گاو و گوسفندند — نہ آزادی نہ قانون می پسندند

برای ملت همچو مردم — نباید کرد عقل خویش را گم(5)

ایرج کی تخلیقات کو مشروطیت دور سے پہلے اور بعد میں دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ان کی مشروطیت دور سے پہلے کی نظمیں، جو ان کی جوانی کی پیداوار ہیں، زیادہ تر اس وقت کے بزرگوں اور قاجار بزرگوں کی تعریف میں کہی گئی ہیں۔ مشروطیت دور کے بعد کے زمانے کی نظمیں جو سماجی تنقید کے موضوعات کے متعلق کہی گئی ہیں۔

سادہ زبان کا استعمال ایراج کو فارسی شاعری میں ان کی انفرادیت کو ممتاز کرتا ہے۔ انھوں نے فارسی شاعری میں نئے معانی اور موضوعات اور ایک حقیقت پسندانہ فلسفہ متعارف کرایا۔ ہم عصروں کی شاعری میں غیر ضروری مبالغہ آرائی سے گریز کرنا اور روزمرہ کی حقیقتوں سے ہر ممکن حد تک قریب رہنا ان کی شاعری کی خصوصیات ہیں۔ ایراج کی نظموں میں غزلیات اور دو مثنویاں "زہرہ منوچہر اور عارف نامہ" شامل ہیں۔

زندگی نامہ اور کارہائے نمایاں اقبال

علامہ محمد اقبال (1877-1938) برصغیر کے اردو اور فارسی زبان میں شاعری کرنے والے ایک عظیم شاعر ہیں جنہوں نے اپنی انسانی، معاشرتی اور اسلامی فکروں کے اظہار کے لیے شعر کو وسیلہ بنایا۔ اقبال نے دینی سوچ کے ساتھ ایک نئی فکر پیش کی۔ وہ ملت اسلامی اور معاشرے کے درد اور برائیوں کو اپنی شاعری میں بیان کرتے ہیں، جیسے کہ حکمرانوں کا ظلم، مسلمانوں کی جہالت اور ان کا علم و تہذیب کی دوڑ میں پیچھے رہ جانا، مسلمانوں کے خیالات میں خرافات کا غلبہ اور ان کا ابتدائی اسلام سے دور ہو جانا، مسلمانوں کی مذہبی اور غیر مذہبی عناوین پر سیاسی تفرقہ، اور مغربی استعمار کا اثر و رسوخ۔ اقبال کی فارسی شاعری میں مثنوی زیادہ نمایاں ہیں اور فلسفیانہ، عرفانی اور دینی مضامین کو بیان کرنے کے لیے انہوں نے نظامی، مولوی اور شیخ شبستری کی تمثیلی اور کہانی کہنے کی روش کو اپنایا۔ اسی طرح جدید شعراء میں سے ایرج میرزا اقبال کے پسندیدہ شاعر ہیں۔

"اقبال کا بچپن، پنجاب کے قدیم شہر سیالکوٹ کی خوابیدہ و خاموش گلیوں میں گزرا۔ ذہنی نشو و نما کا ابتدائی دور سید میر حسن جیسے نابغہ روزگار استاد کی صحبت اور سکاچ مشن سکول (بعد ازاں کالج) کے مخصوص تعلیمی ماحول میں بسر ہوا۔ اوائل شباب میں انھوں نے لاہور کی شعری و ادبی محفلوں اور گورنمنٹ کالج کے اساتذہ بالخصوص پروفیسر آرنلڈ سے استفادہ علمی کیا اور پھر انھوں نے کیمبرج کے علمی ماحول اور ہائیڈل برگ کی رومان پرور فضاؤں سے بھی بہت کچھ اخذ کیا لیکن ان کی شخصیت کی مجموعی تشکیل و تعمیر میں ان سب چیزوں کے ساتھ ساتھ ان کے آباو اجداد کے گوناگوں اثرات کا بھی دخل ہے، جن کا خون اقبال کی رگوں میں گردش کر رہا تھا۔"(6)

علامہ محمد اقبال کی فارسی، اردو اور انگریزی زبانوں میں کئی منثور و منظوم تصانیف جن میں علم الاقتصاد، فارس میں ماوراء الطبیعات کا ارتقاء، تجدید فکریات اسلام، اسرار خودی، رموز بیخودی، پایام مشرق، بانگ درا، زبور عجم، جاوید نامہ، بال جبریل، ضرب کلیم، پس چہ باید کرد ای اقوام شرق، ارمغان حجاز شامل ہیں۔ دیگر تصانیف میں خطوط،

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2, 2024

تقاریر اور مضامین، جو اکثر اقبال کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو واضح کرتے ہیں۔ خطوط اقبال محمد علی جناح کے نام ا، اقبال کی تقاریر، اسلام کے بارے میں لندن میں اقبال کے لیکچرز، متفرق اشعار اور اقبال کی نصف تکمیل شدہ تحریریں منطق الطیر جدید ان کے کارہای نمایاں میں وغیرہ شامل ہیں۔(7)

تاحال اس موضوع پر کسی قسم کا تحقیقی اور علمی کام انجام نہیں پایا۔ اس تحقیق میں اقبال کے ایرج میرزا کی تقلید میں کہے ہوئے اشعار کا تفصیلی جائزہ لیا جائے گا۔

ایرج میرزا کے فلسفہ طاقت اور بقا کا علامہ محمد اقبال کی شاعری پر اثر

ایرج میرزا اور علامہ اقبال دونوں نے اپنی شاعری میں اپنے زمانے کے سماجی مسائل پر توجہ دی ہے لیکن ان کا انداز بیان مختلف ہے۔ ایرج میرزا اور علامہ اقبال نے اپنے کلام کے ذریعے طاغوتی، سامراجی اور استحصالی طاقتوں کی سخت مذمت کرتے ہوئے لوگوں کو اس بات کا شعور دینے کی کوشش کی ہے کہ وہ اپنی طاقت کو پہچانے اور اس سامراجی نظام کے خلاف مزاحمت کرنے کی جرأت پیدا کریں تاکہ وہ ان کے مال و دولت، وسائل اور سرمائے پر قابض نہ ہو سکیں۔ علامہ اقبال نے استعماری اور استبدادی قوتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے فلسفہ خودی کو پیش کیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ روحانی بیداری کی بدولت اور خودی کو مضبوط کرنے کے بعد ہی انسان کے اندر ایمان کی طاقت، خوداعتمادی اور جرأت پیدا ہوتی ہے اور پھر یہ طاقت اور خوداعتمادی ستحصالی نظام کے خلاف مزاحمت کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ یہاں ایرج اور اقبال کے چند اہم موضوعات: طاقت اور ضعیفی، ناخواندگی، سرمایہ دارانہ نظام اور سماجی عدم مساوات، خواتین کے حقوق اور بچوں کی تعلیم و تربیت جیسے موضوعات جو بالخصوص جدید ایرانی شاعری کے علمبردار اور طنز پرداز ایرج کی تقلید میں بیان ہوئے ہیں کو زیر بحث لایا جائے گا۔ اقبال نے جہاں جدید ایرانی ادب سے استفادہ کیا وہاں جدید ایرانی شعراء پر اپنا اثر بھی چھوڑا ہے۔ حکیمہ دستر نجی ایران کی معروف اقبال شناس اپنی کتاب میں لکھتی ہیں:

"علامہ اقبال کی شاعری کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان کی شاعری عصر حاضر کے سماجی موضوعات اور انسانی مسائل پر مشتمل ہے۔ وہ بغیر مقصد کی شاعری کو شاعری نہیں سمجھتے اور اپنی شاعری میں انسانی معاشرے کے درد اور مسائل کا برملا اظہار کرتے ہیں۔ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ حالیہ دہائیوں میں ایران میں سماجی موضوع کی شاعری علامہ اقبال کی سماجی فلسفیانہ شاعری کے زیر اثر پروان چڑھی ہے۔ درحقیقت جس طرح عصر حاضر میں ایران میں مذہبی فکر کی تعمیر نو اور احیاء علامہ اقبال کی فکر کے زیر اثر وجود میں آئی اسی طرح ایران میں عصری سماجی و فلسفیانہ شاعری بھی علامہ اقبال کی شاعری سے جڑی ہوئی ہے۔ اس نظریے کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ علامہ اقبال سے پہلے ایرانی شاعری سماجی موضوعات سے خالی تھی".(8)

ایرج میرزا اور علامہ اقبال کی شاعری میں طاقت اور بقا کے موضوعات نمایاں ہیں، لیکن دونوں شعرا کے انداز اور نقطہ نظر میں واضح فرق ہے۔ ایرج میرزا کی شاعری میں طاقت کو زیادہ تر سماجی تنقید اور معاشرتی مسائل کے پس منظر میں پیش کیا گیا ہے، جہاں وہ فرد کی اندرونی طاقت اور سماجی دباؤ کے خلاف کھڑے ہونے کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ اس کے برعکس، علامہ اقبال کی شاعری میں طاقت کا تصور خودی، ایمان اور ملت کے احیاء سے جڑا ہوا ہے۔ اقبال کی نظر میں بقا کا دارومدار فرد کی خودشناسی اور اجتماعی کوششوں پر ہے، جو ایک نئی دنیا کی تعمیر میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ موجودہ دور میں طاقتور ہی کی بقا ہے، اور جو قومیں ٹیکنالوجی اور تعلیم میں پیچھے رہ جاتی ہیں، وہ ضعیف اور محکوموں کی طرح زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ اقبال اور ایرج دونوں اپنے وقت کے چیلنجوں کو طاقت اور بقا کے اصولوں کے ذریعے حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایرج کا مشہور قطعہ "بقای انسب" موجودہ حالات اور ضعیفی کے انجام پر صادق آتا ہے۔

قصہ شنیدم کہ بوالعلا بہ ہمہ عمر — لحم نخورد و ذوات لحم رانیازرد
در مرض موت با اجازہ دستور — خادم او جوجہ بہ محضر او برد
خواجہ چو آن طیر کشتہ دید برابر — اشک تحسر ز ہر دو دیدہ بیفشرد
گفت چرا ماکیان شدی نشدی شیر — تا نتواند کست بہ خون کشد و خورد
مرگ برای ضعیف مرگ طبیعی است — ہر قوی اول ضعیف گشت و سپس مرد(9)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2, 2024

علامہ اقبال نے جہاں فارسی ادب کے بڑے شعراء فردوسی، سعدی، حافظ اور مولانا جلال الدین رومی سے متاثر ہو کر اشعار کہے اور اپنے کلام میں ان شعراء کی ستایش کی وہاں معاصر فارسی شعراء کے کلام سے بھی بے بہرہ نہیں رہے:

"ڈاکٹر صاحب کی شاعری کا مقصد ایک عام اور ہمہ گیر انقلاب ہے، اس زمانے میں انقلاب کے مدعی تو بہت سے ہیں، لیکن ان کا انقلاب محدود ہے کوئی سیاست میں انقلاب کا خواستگار ہے کوئی تعلم میں کوئی مذہب میں اور کوئی تصوف میں لیکن ہر چیز میں انقلاب صرف ڈاکٹر صاحب کی شاعری کا موضوع ہے، اور جدید ایرانی طرز میں اس پر انہوں نے ایک نہایت عمدہ نظم لکھی ہے۔"(10)

اقبال معاصر ایرانی شاعر ایرج میرزا کے کلام سے بہرہ ور ہو کر ایرج کے مشہور مذکورہ بالا قطعہ کو اپنی شہرہ آفاق مثنوی "بال جبریل" میں من و عن ترجمہ کیا۔ اقبال کے یہ اشعار طاقت اور ضعیفی کے متعلق زبان زد عام ہیں۔ شائستہ ذکر ہے کہ اقبال کی اس اثر پذیری کو تا حال کسی ایرانی اور پاکستانی اقبال سکالر نے زیر بحث نہیں لایا۔

کہتے ہیں کبھی گوشت نہ کھاتا تھا معرّی — پھل پھول پہ کرتا تھا ہمیشہ گزراوقات

ایک دوست نے بھونا ہوا تیتر اسے بھیجا — شاید کہ وہ شاطر اسی ترکیب سے ہو مات

یہ خوان تر و تازہ معرّی نے جو دیکھا — کہنے لگا وہ صاحب غفران ولزومات

اے مرغک بے چارہ ذرا یہ تو بتا تو — تیرا وہ گنہ کیا تھا یہ ہے جس کی مکافات؟

افسوس صد افسوس کہ شاہیں نہ بنا تو — دیکھے نہ تیری آنکھ نے فطرت کے اشارات

تقدیر کے قاضی کا یہ فتوی ہے ازل سے — ہے جرم ضعیفی سزا مرگ مفاجات(11)

ایرج نے اپنی شاعری میں معاشرے میں ہونے والی ناانصافیوں، سرمایہ دارانہ نظام اور جاگیر دارانہ منفی سوچ پر طنز کرتے ہوئے ایک منظوم مکالمہ پیش کیا جس میں مزدور اپنی محنت کا صلہ لیتے ہوئے اپنے مالک سے یہ کہہ رہا ہے کہ میں محنت کے بدلے اپنا حق مانگ رہا ہوں نہ کہ تم پیسہ دے کر مجھ پر کوئی احسان کر رہے ہو۔ مزدور اپنے مالک کی طرف سے تحقیر آمیز رویہ دیکھ کر دل گرفتہ ہو جاتا ہے اور پوچھتا ہے کہ دولت مند اپنی دولت پر اتنا غرور کیوں کرتا ہے؟ مزدور کا کہنا ہے کہ جب وہ اپنی محنت کے بدلے معاوضہ لیتا ہے، تو دونوں کو ایک دوسرے پر کوئی احسان نہیں کرنا چاہیے۔ مزدور کہتا ہے کہ وہ اپنی محنت سے پھل حاصل کرے گا اور اس کے لیے کسی کی منت نہیں کرے گا۔ وہ سوال کرتا ہے کہ جب لوگ ایک دوسرے کے محتاج ہیں، تو دولت مند کو اپنی دولت پر اتنا غرور کیوں ہے؟

شنیدم سہ کار فرمایی نظر کرد		زروی کبر و نخوت کارگر را
روان کارگر ازوی بیازرد		سہ بس کوتاہ دانست آن نظر را
بگفت ای گنج ور این نخوت از چیست؟		چو مزد رنج بخشی رنج بر را
من ازآن بُرگشتم سہ دیگر		نبینم روی کبر گنج ور را
تو از من زور خواھی من ز تو زر		چہ منت داشت باید یکدیگر را
تو صرف من نمایی بدرہ سیم		من تاب روان نور بصر را
منم فرزند این خورشید پر نور		چو گل بالی سر دارم پدر را.......(12)

اقبال نے بھی ایرج کی پیروی میں مزدور اور خواجہ کے عنوان سے ایک اور داستان کو منظوم کیا جس میں اقبال نے معاشرتی ناانصافیوں اور ظلم و ستم کو بیان کیا ہے جہاں مزدوروں کا خون امراء کے لیے دولت کا ذریعہ بن جاتا ہے اور مزدو کی محنت ضائع ہو جاتی ہے۔ شاعر "انقلاب" کا نعرہ بلند کرتے ہوئے مظلوم طبقے کی حالت زار اور

محکوموں پر ظلم و ستم کو اجاگر کرتا ہے۔ وہ مذہبی رہنماؤں کی منافقت، حکمرانوں کی فریب کاری اور علم و فن کے فقتے پر تنقید کرتا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ باطل حق پر غالب ہے اور موجودہ دور کے حالات میں ہر طرف ظلم و فریب کا بازار گرم ہے، لیکن کہیں سے انقلاب کی روشنی کی امید بھی ہے، جو ان مظالم کا خاتمہ کر سکتی ہے۔

خواجه از خون رگ مزدور سازد لعل ناب　　　از جفای دهخدایان کشت خراب

ای انقلاب ای انقلاب ای انقلاب

شیخ شهر از رشته تسبیح صد مؤمن به دام　　　کافران ساده دل را برهمن زنار تاب

انقلاب انقلاب ای انقلاب

میر و سلطان نرد باز و کعبتین شان دغل　　　جان محکومان ز تن بردند محکومان به خواب

انقلاب انقلاب ای انقلاب

باضعیفان گاه نیروی پلنگان می دهند　　　شعله ای شاید برون آید ز فانوس حباب

انقلاب انقلاب ای انقلاب (13)

ایرج خواتین کے بارے میں معاشرے کے سطحی خیالات پر طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ معاشرہ عورتوں کے حقوق سے زیادہ ان کی ظاہری شکل پر توجہ دیتے ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ لوگ خواتین کو جاہل سمجھتا ہیں۔ وہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ خواتین کا معاشرے کے شعبے میں موجود ہونا اور معاشرے کے مختلف طبقوں کے ساتھ مل کر کام کرنا ضروری ہے اور یقیناً یہ اختلاط اخلاقیات اور شائستگی کے تحفظ کے تحت ہونا چاہیے:

برون آیند و با مردان بجوشند　　　به تهذیب خصال خود بکوشند

چو زن تعلیم دید و دانش آموخت　　　رواق جان به نور بینش افروخت

به هیچ افسون ز عصمت بر نگردد　　　به دریا گر بیفتد تر نگردد

چو خور بر عالمی پرتو فشاند　　　ولی خود از تعرض دور ماند (14)

پھر معاشرے اور پوری دنیا میں عورت کے مقام کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عورت کے وجود سے عشق کی بقا ہے اور اگر محبت نہ ہو تو دنیا بے رنگ اور بے معنی ہے:

اگر زن نیست عشق اندر میان نیست　　　جهان بی عشق اگر باشد جهان نیست (15)

ماں کے احترام اور محبت سے سرشار ان کے کئی اشعار ہیں۔ "ماں کا دل" اور "ماں کی محبت" جیسی نظمیں ماؤں کے احترام کے حوالے سے مشہور فارسی نظموں میں سے ہیں۔

گویند مرا چو زاد مادر　　　پستان به دهن گرفتن آموخت

شب‌ها بر گهواره من　　　بیدار نشست و خفتن آموخت

دستم بگرفت و پا به پا برد　　　تا شیوه راه رفتن آموخت

یک حرف و دو حرف بر زبانم　　　الفاظ نهاد و گفتن آموخت

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2, 2024

لبخند نھاد بر لب من بر غنچہ گل شگفتن آموخت

پس ھستی من ز ھستی اوست تا ھستم ھست دار مش دوست(16)

اقبال کا نظریہ حقوق نسواں وہی ہے جو اسلام متعین کیا ہے۔ اقبال کی شاعری میں عورت کی تعلیم پر خصوصی توجہ ملتی ہے، وہ بارہا اس بات پر زور دیتے ہیں کہ معاشرتی ترقی اور مستقبل کی بہتری کے لیے عورت کی تعلیم و تربیت انتہائی ضروری ہے۔ اقبال کے نزدیک، عورت کی عزت اور اس کے ساتھ انصاف کرنا مرد کا بنیادی فرض ہے۔ وہ عورت کو ایک باعزت اور برابر کا شریک سمجھتے ہیں، اور ان کے مطابق معاشرے میں خواتین کی عزت اور حقوق کی پاسداری مرد کی اولین ذمہ داری ہے۔ علامہ اقبال نے اپنی اردو اور فارسی شاعری میں بارہا خواتین کا ماں کی حیثیت سے، کبھی بیٹی کے طور پر، اور کبھی عورت کی ہمت اور استقامت کے متعلق نہایت عزت و احترام سے ذکر کیا ہے۔

وجود زن سے ہے تصویر کائنات مین رنگ اسی کے ساز سے ہے سوز دروں

شرف میں بڑھ کے سریا سے مشت خاک اس کی کہ ہر شرف ہے اسی درج کا در مکنوں

مکالمات افلاطوں نہ لکھ سکی لیکن اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرار افلاطوں(17)

اقبال کی نظر میں عورت ماں ہو یا بیٹی حضرت فاطمہ زہرا ان کے لیے اسوہ کاملہ ہیں۔

ایرج اور اقبال کے نظریہ تعلیم اور حقوق نسواں میں اختلاف یہ ہے کہ ایرج خواتین کو مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے کی تلقین کرتے ہیں اور معاشرے میں ایک اہم رکن کی حیثیت سے ہر میدان میں اگے بڑھنے کی تاکید کرتے ہیں لیکن اقبال کے ہاں عورت کا کمال یہ نہیں ہے کہ وہ علم و فضل میں ارسطو اور افلاطون بن جائے بلکہ اس کا اصلی کمال یہ ہے کہ وہ ارسطو اور افلاطون پیدا کرے۔

ایراج سماجی مسائل کی ایک بڑی وجہ تعلیم اور بیداری کی کمی سمجھتا ہے۔ ایرج ایک ایسا شخص تھا جو خود علم اور فن کے حصول کے ذریعے ایک مقام پر پہنچا۔ اسے علم و فضل سے بہت زیادہ دلچسپی تھی اور اس کے دیوان میں ترقی و پیشرفت پر تفصیلی قصیدے اور قطعات دیکھے جاسکتے ہیں، جس میں تعلیم کی اہمیت کو اجاگر کرکے نوجوانوں کو علم حاصل کرنے اور سائنسی علوم سیکھنے کی ترغیب دی ہے۔

فکر آن باش سہ سال دگرای شوخ پسر		روزگار نو دگر گردد و کار تو دگر
کوش کز علم بہ خود تکیہ گھی ساز کنی		چون ببند دحسن از خدمت تو ساز سفر
درس باید زان پیش سہ ریش آید خواند		نشنیدی سہ بود درس صغر نقش حجر؟
دانش و حسن بہ ھم نور علی نور بود		وہ از آن صاحب حسنی سہ بود دانشور
علم اگر خواھی با مردم عالم بنشین		گِل چو گُل گردد خوشبو چو بہ گل شد ھمبر
ھنری مرد بہ بدبختی و سختی نزّید		ور زید یک دو روزی نبود افزونتر(19)

اقبال نے بھی اپنی عمر بالخصوص اسلامی اور مغربی فلسفہ سیکھنے میں گزاری۔ ان کے شاعرانہ ذوق اور ہنر نے انہیں مسلم امہ کے دکھوں اور تکالیف کو اپنی نظموں مین سمون کی صلاحیت عطاء کی۔ علامہ اقبال نے اپنی تحریروں، تقریروں اور شاعری کے ذریعے مسلمانوں میں علم کی خواہش کو بیدار کیا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے علم کی بدولت قومیں عروج پاتی ہیں۔ علم ہی دنیا اور آخرت میں عزت کا باعث ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان ہمیشہ علم سے وابستہ رہے ہیں۔ لیکن آج کے مسلمان نے محنت پیہم اور جہد مسلسل کو چھوڑ دیا اور ترقی یافتہ قوموں کے دست نگر ہو گئے:

اس دور میں تعلیم ہے امراض ملت کی دوا　　ہے خون فاسد کے لیے تعلیم مثل نیشتر (20)

شرق کے مسلمانوں کو تعلیم و ترقی میں پیچھے رہ جانے اور عظمت رفتہ کو گنوا کر، اپنے اسلاف کی تہذیب و ثقافت کو لٹا کر استعماری قوتوں کے ہاتھوں بی یار و مدد گار اور بے سر و سامانی پر بیدار کرنے کی کوشش کرتے ہیں:

ای غنچہ خوابیدہ چو نرگس نگران خیز　　کاشانہ مارفت بہ تاراج غمان خیز

از نالہ مرغ چمن از بانگ آذان خیز　　از گرمی ھنگامہ آتش نفسان خیز

از خواب گران خواب گران خواب گران از خواب گران خیز

خاور ھمہ مانند غبار سر راھی است　　یک نالہ خاموش واثر باختہ آھی است

ھر زرہ این خاک گرہ خوردہ نگاھی است　　از ھند و سمرقند و عراق وھمدان خیز

از خواب گران خواب گران خواب گران از خواب گران خیز (21)

ایرج نے بچوں کے ذوق کی نشو و نما اور ان کی توجہ فارسی شاعری کی طرف مبذول کرنے کے لیے کہانیاں لکھیں۔ کسی شاعر کی زبان ایراج کی روانی اور سادہ زبان سے زیادہ موزوں نہیں ہے۔ ایراج نے فرانسیسی شاعر لافونتین کی تخلیقات کو ترجمہ کیا۔ جان ڈی لافونتین(Jean de la Fontaine) 1621ء میں فرانس کے علاقے Château-Thierry میں پیدا ہوا۔ اور اس کی وفات 1695ء میں پیرس میں ہوئی۔ اس کی پرورش فرانس کے مشہور بادشاہ "لوئی چہاردہم" کے وزیر خزانہ "سپر نٹنڈنٹ فُوکے" کی زیر سرپرستی ہوئی۔ فونتین نے پہلے پہل فُوکے کے لیے لکھنا شروع کیا۔ 1661ء میں فُوکے کے زوال کے بعد، فونتین نے اپنے آپ کو اورلیان شہر کی جاگیر دار کی خدمت میں پیش کیا۔ 1665ء میں اس نے ارسطو اور دیگر یونانی مفکرین کی تقلید کرتے ہوئے اپنی کتاب Contes یعنی کہانیاں تحریر کی۔ 1668ء میں اس کا افسانوں کا پہلا مجموعہ Fables کے نام سے شائع ہوا۔ بعد ازاں اس کے افسانوں کا دوسرا مجموعہ 1678ء میں جبکہ آخری مجموعہ 1694ء میں منظر عام پر آیا۔ فونتین نے ایک یونانی صنف سخن کی احیاء کی کوشش کی جو بالخصوص ہمیں ابن المقفہ کے ہاں ملتی ہے۔ فونتین نے انسانی معاشرے کو جانوروں کے ساتھ تصویر کشی کر کے بیان کیا ہے۔ اس کی کہانیوں میں کوا، لومڑی، بھیڑیا وغیرہ انسانوں کے ساتھ ہم کلام ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ (22)

ایرج کی فونتین کی تقلید میں لکھی گئی "ماں کی محبت، کوا اور لومڑی، ریچھ اور شکاری اور دو چور" قابل ذکر منظوم قطعات میں سے ہیں جو بچوں میں ہمیشہ سے مقبول رہے ہیں اور آج بھی تعلیم و تربیت کے اساتذہ بچوں کے لیے کوئی بھی علمی متن لکھنے میں ان اشعار کو مثال کے طور پر پیش کرتے ہیں:

کلاغی بہ شاخی شدہ جای گیر　　بہ منقار بگرفتہ قدری پنیر

یکی روبھی بوی طعمہ شنید　　بہ پیش آمد و مداح او بر گزید

بگفتا سلام ای کلاغ قشنگ　　کہ آیی مرا در نظر شوخ و شنگ

اگر راستی بود آوای تو　　بہ مانند پرھای زیبای تو

درین جنگل اندر سمند ربدی　　براین مرغ ھا جملہ سرور بدی... (23)

علامہ اقبال نے شروع ہی سے بچوں میں حصول علم کا جذبہ بیدار کرنے کی کوشش کی اور بچو کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ مبذول کی۔ اس ضمن مین ان کی دیگر اہم نظموں میں ایک مکڑا اور مکھی، ایک پہاڑ اور گلہری، گائے اور بکری، بچے کی دعا، ہمدردی اور جگنو وغیرہ شامل ہیں۔ علامہ اقبال نے اپنی مشہور دعائیہ نظم "لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری" علم ہی کی اہمیت وفضیلت کے متعلق لکھی:

لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری
دور دنیا کا میرے دم سے اندھیرا ہو جائے ہر جگہ میرے چمکنے سے اجالا ہو جائے
ہو میرے دم سے یوں ہی میرے وطن کی زینت جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی زینت
زندگی ہو میری پروانے کی صورت یارب علم کی شمع سے ہو مجھ کو محبت یارب...(24)

ایرج اور اقبال نے اپنی قوم اور ملت کو اور تمام امت اسلامی کو طاغوتی قوتوں کے شر سے بچنے اور ان سے محفوظ رہنے کے جو نکات پیش کیے ہیں ان میں سب سے اہم خودی کی مضبوطی اور خودشناسی ہے اور پھر بچوں میں علم کی محبت اور عورتوں کو علمی طور پر مضبوط کرنا ہے تاکہ وہ بچوں کی اچھی پرورش کر سکیں اور معاشرے کو ایک قیمتی سرمایہ عطا کر سکیں تاکہ آن والی نسل اپنے وطن کو علم وہنر اور تمام دیگر شعبوں میں ترقی کی راہ پر گامزن کر کے دنیا میں ترقی یافتہ قوموں کی طرح اپنا سر فخر سے بلند رکھ سکے۔ اقبال اور ایرج کے نزدیک علم، شعور، آگاہی ہی وہ ہتھیار ہیں جن کے ذریعے کوئی قوم اور بالخصوص امت مسلمہ اپنی فکری اور معاشی آزادی حاصل کر کے استعمار استبداد اور طاغوتی طاقتوں کے سامنے مزاحمت کا عملی نمونہ پیش سکتی ہے۔

کتابیات

1. David, Ferre, Poitevin (1956). *Histoire : Les grands faits de la vie des Français*, Paris : Fernand Nathan.
2. مهرنور محمد، فکر آزادی در ادبیات شروطیت ایران، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، 2004اسلام آباد، ص51
3. محمد جعفر مجوب، تحقیق در احوال وافکار و آثار واشعار ایرج میرزا و خاندان ونیکان، چاپ افست گلشن، 1353 تهران، مقدمه، ص3)
4. ایضاً، ص4
5. ایضاً، ص، 94
6. رفیع الدین ہاشمی، علامہ اقبال: شخصیت اور فکر و فن، اقبال اکادمی پاکستان، 2022لاہور، ص17
7. عبدالرفیع حقیقت، ایران از دیدگاه اقبال، شرکت مولفات و مترجمان ایران، 1376، تهران، ص20-25)
8. (حکیمه دستر نجی، ایران و اقبال، موسسه فرهنگی آکو، تهران، 1393 شمسی، ص97.)
9. ۔(محمد جعفر مجوب، ص.(173)
10. عبدالسلام ندوی، اقبال کامل، نیشنل بک فاونڈیشن، 1989، اسلام آباد، ص175
11. محمد اقبال، بال جبریل، کلیات اقبال اردو، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور2018، ص487
12. محمد جعفر مجوب، تحقیق در احوال وافکار و آثار واشعار ایرج میرزا و خاندان ونیکان، چاپ افست گلشن،، 1353 تهران، ص164.
13. محمد اقبال، زبور عجم، کلیات اقبال، مقدمه احمد سروش، انتشارات کتابخانه سنایی، 1376، تهران، 145.
14. محمد جعفر مجوب، تحقیق در احوال وافکار و آثار واشعار ایرج میرزا و خاندان ونیکان، چاپ افست گلشن، ص83
15. ایضاً، ص83
16. ایضاً، ص، 167
17. محمد اقبال، ضرب کلیم، کلیات اقبال اردو، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور2018، ص606

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2, 2024

18. محمد اقبال، زبور عجم، کلیات اقبال، مقدمه احمد سروش، انتشارات کتابخانه سنایی، 1376، تهران، ص103
19. محمد جعفر مجوب، تحقیق در احوال وافکار و آثار واشعار ایرج میرزا وخاندان ونیکان، چاپ افست گلشن، ص21
20. محمد اقبال، بانگ درا، کلیات اقبال اردو، اقبال اکادمی پاکستان، لاهور2018، ص256
21. اقبال، محمد(1376)زبور عجم، کلیات اقبال، مقدمه احمد سروش، انتشارات کتابخانه سنایی، تهران، ص140
22. Blondeau, Nicole ; Allouache, Ferroudja ; Né, Marie-Françoise (2004). *Littérature Progressive du Français*, Paris : Clé International.
23. محمد جعفر مجوب، تحقیق در احوال وافکار و آثار واشعار ایرج میرزا وخاندان ونیکان، چاپ افست گلشن،، ص23
24. محمد اقبال، بانگ درا، کلیات اقبال اردو، اقبال اکادمی پاکستان، لاهور2018، ص49